***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A comparative review of the theological debates in Tarjam-ul-Quran and Zia-ul-Qur'an

توحید سے متعلق ترجمان القرآن اور ضیاء القرآن میں کلامی مباحث کا تقابلی جائزہ

Abdul Khalique
Ph.D Research Scholar
Dept. of Islamic Learning, University of Karachi
Email: abdulkhaliqu77@gmail.com
Sayed Noor Ullah Shah
Ph.D Research Scholar, Visiting Lecturer
Dept. of Islamic Learning, University of Karachi
Email: noorullahsherazi34@gmail.com

Abstract

The concept of Allah's attributes established by the Holy Quran has been presented to mankind. And the concept of God has always been the axis of man's spiritual and moral life. It is a different matter that what is the spiritual and psychological nature of a religion and what effects it has on its followers, can be known by looking at what is the nature of its concept of God. The first thing is to praise the Lord. Because all glory is attributed to Him. And there are different attributes for praise after praise. In Surat al-Fatiha, four attributes are described respectively: "Lord of the Worlds, Rahman, Rahim, Malik Yumuddin" Since Rahman and Rahim are two different aspects of the same attribute, they should be interpreted in the same way in other words. can Three attributes of lordship, mercy and justice have been described. In this topic, the theological debates mentioned by Abu Kalam Azad and Pir Karam Shah Al-Azhari in their books should be reviewed.

Key Words: *Theological, God, Lord, Quran*

مولانا ابوالکلام کا مختصر تعارف:

مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت ہمہ گیر تھی۔ ایک مایہ ناز صحافی اور مفکر، قرآن کے مفسر اور مصنف، عربی زبان و ادب کے ماہر اور فارسی کے رمز شناس تھے۔ اور اردو زبان و ادب کے محسن بھی۔ مولانا نے اردو زبان و ادب کو دلکش اسلوب، کذب بیانی اور بے مثال نثر بھی دیا۔ آپ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ آزادی کی جدوجہد سے لے کر ملکی و قومی رہنمائی تک انہوں نے اپنی الگ شناخت قائم کی ہے۔ آپ وہ آسمان کا ایک روشن ستارہ ہیں۔ آپ کے اسلوب نے کئی نسلوں کو متاثر کیا۔ اگرچہ انہوں نے رسمی تعلیم حاصل نہیں کی تھی، لیکن آپ کو اردو، ہندی، عربی اور فارسی میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔ فلسفہ اور سائنس کا گہرا علم تھا۔ انہیں دین و مذہب کی ایسی سمجھ تھی کہ علمائے دین ان سے دینی معاملات میں مشورہ کیا کرتے تھے۔

مولانا پیر کرم شاہ الازہری کا مختصر تعارف:

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ایک عظیم صوفی اور روحانی بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ممتاز مفسر، سیرت نگار، ماہر تعلیم، صحافی، مصنف اور دیگر بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ تفسیر ضیاء القرآن، اور سیرت کے حوالہ سے ضیاء النبی کے موضوع پر، 1971ء میں ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور، منکرین حدیث کے جملہ تمام اعتراضات کے علمی جوابات پر مبنی حدیث کی اہمیت نیز اس کی فنی، آئینی اور تشریعی حیثیت کے موضوع پر شہ کار کتاب اور سنت خیر الانام، فقہی، تاریخی ،سیاسی، معاشی، معاشرتی اور دیگر اہم کتب موضوعات پر متعدد مقالات مسلسل شائع ہو رہے ہیں۔ منکر حدیث کے لیے حدیث شریف کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کی تکنیکی، آئینی اور قانون حیثیت۔ علمی، روحانی اور قومی خدمات اہم ثبوت ہیں۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف اور ملک بھر میں پھیلی ہوئی اس کی شاخوں کی صورت میں برصغیر کی بے نظیر علمی تحریک اور معیاری دینی کتب کی اشاعت و ترویج کا عظیم اشاعتی ادارہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز ان کے علاوہ ہیں۔

آپ کا طویل علالت کے بعد 9 ذی الحجہ 1418ھ بمطابق 7 اپریل 1998ء کی شب انتقال ہوا، آستانہ عالیہ سیال شریف خواجہ محمد حمید الدین سیالوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سائیڈ کھودی گئی۔ آپ کی قبر وصیت کے مطابق دربار عالیہ امیر السالکین میں آپ کے دادا جان پیر امیر شاہ کے بائیں جانب کھودی گئی۔

قرآن میں بڑی تاکید کے ساتھ نوعِ انسانی کو توحید کے عقیدہ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے اور شرک و بت پرستی کی ممانعت کی گئی ہے۔ اور خدا کے ساتھ باطل معبودوں کو جوڑنے کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ بلکہ ایسا کرنے والوں کو سخت سزا دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس لیے بنی نوع انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرے تاکہ وہ اس ایمان کے حقیقی مثبت اثرات سے اپنی دنیا و آخرت میں مستفید ہو سکے اور دنیا و آخرت میں توحید کے منکر کے منفی اور برے اثرات سے محفوظ رہے۔ اس کے بعد عبادت اور بندگی انسانی فطرت کا حصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ انسانی تاریخ میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جنھوں نے اس فطری جبلت کی وجہ سے ہمیشہ کسی کے سامنے اپنے سر کو جھکایا اور عبادت کی۔ انسانی وجود میں چھپی اس فطری جبلت کی وجہ سے انسان چاند، ستاروں، سورج، آگ، پتھر، درخت حتیٰ کہ اپنے جیسے انسانوں اور دیگر مختلف اشیاء کی پرستش و عبادت کرتا رہا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے وجود کے اندر چھپی عبادت و بندگی کی پیاس بجھانے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن اپنی جہالت اور نادانی کی وجہ سے حقیقی معبود اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کے بجائے بہت سے جھوٹے معبودوں کے سامنے جھک رہے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب فرضی اور جھوٹے خدا ہیں۔ حقیقی معبود اور عبادت کے لائق صرف اللہ ہی ہے، اسی لیے انبیاء علیہم السلام لوگوں کو جھوٹے معبودوں کی عبادت سے روکتے تھے اور انہیں حقیقی معبود یعنی اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دیتے تھے اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی معبود ہے۔ اللہ کا ذکر ہے۔ مختلف آیات میں معبودیت کو بیان کیا گیا ہے۔

لہٰذا بہترین مخلوق ہونے کے باوجود اللہ کو چھوڑنا اور اس سے کمتر چیزوں کے سامنے جھکنا اور عبادت میں اللہ کے ساتھ شریک کرنا بنی نوع انسان کے لیے باعث شرم ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم بنی اسرائیل کی طرف سے ان کو عبادت کے لیے بت بنانے کے غیر منصفانہ، جاہلانہ اور حقیر مطالبے کے جواب میں ان کو اپنی عظمت اور فضیلت کی یاد دلائی اور فرمایا:

قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ۔(1)

”موسیٰ نے کہا: کیا میں تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی ہے۔“

اس کے علاوہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو انسان کی عظمت اور فضیلت بھی واضح ہے کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت گزار فرشتہ بنایا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: (البقرہ، 34) اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور ان میں سے ہو گیا۔ کافر لہٰذا قرآنی آیات کے مطابق جب کسی شخص کی عظمت اور وقار مسلمان ہو تو اسے چاہیے کہ وہ حقیقی خدا کے سامنے جھک جائے اور اس کی عظمت و عظمت کو مد نظر رکھتے ہوئے باطل معبودوں کے سامنے جھکنے سے گریز کرے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور صرف اسی کے آگے جھکنے کے حتمی فائدے اپنی جگہ مسلمان ہیں۔ اس ایمان کی نشانیاں اور فوائد اس دنیا میں بھی بے شمار ہیں۔ یہ اس مقام و مرتبہ کی حفاظت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے، کیونکہ جو اللہ کے سامنے جھکتا ہے اسے سب کے سامنے جھکنے کی ضرورت نہیں، جو اللہ کے سامنے نہیں جھکتا اسے سب کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔ جھکنے کی ضرورت ہے، کبھی کسی کے آگے جھکتے ہیں اور کبھی کسی کے آگے۔ بعض اوقات انہیں اپنے سے کمتر اور حقیر چیزوں کے سامنے بھی جھکنا پڑتا ہے لیکن جو شخص صرف اللہ کے سامنے جھکتا ہے وہ دوسرے لوگوں اور چیزوں کے سامنے جھکنے سے آزاد ہو جاتا ہے۔

قدیم مفسرین کے ہاں جس قدر توحید، رسالت اور آخرت پر فلسفی و عقلی نقطہ نظر سے جو سوالات اُٹھائے گئے تھے۔ مفسرین نے ان کے تسلی بخش جوابات دیئے تھے اور پھر وہی اعتراضات اعتقادی صورت کے حوالہ سے جب عصر جدید میں پھیلائے گئے ہیں تو وہ اعتراضات قدیم سے کہیں زیادہ خوفناک اور عقلی طور پر مضبوط نظر آتے ہیں۔ لیکن دور جدید کے مفسرین نے بھی ان کو نہایت عرق ریزی سے ان کے جوابات دیئے ہیں۔ اور ہر ایک مفسر نے اپنے انداز سے جدیدیت کے نظریات کا رد کیا ہے۔ تاہم اگر دور جدید کے مفسرین کے اعتراضات کا ئزہ لیا جائے تو طوالت سے کم نا ہو گا اور اس کا چند صفحات پر احاطہ کرنا بھی ناممکن ہے۔ لہذا اس لئے ہمارے مقالہ میں ترجمان القرآن اور ضیاء القرآن میں تفاسیر کا تقابلی جائزہ ہے۔

---

(1)۔ اعراف، 140

Araf, 140

دور جدید میں کلامی مباحث پر توحید کے حوالہ سے دیکھا جائے اعتراضات اور پھر اس کے جوابات کا دائرہ وسیع ہے۔ اور پھر منکرین نے اپنی من مانی سے اسلام اور اس کے نظریاتی سرحدوں پر بے جا قسم کے اعتراضات کئے ہیں۔ مثلاً ربوبیت کیا ہے؟ اور اس کا مفہوم کیا ہے؟ کسے کہتے ہیں؟ کے بارے میں ہر کسی نے توجہات کی ہیں۔ لیکن ہر دو مفسرین نے نہایت ہی سلیس انداز میں ربوبیت کے مفہوم کو بیان کیا ہے۔

لفظِ رب کا مفہوم

عبرانی، سریانی اور عربی میں لفظ "رب" کا مطلب ہے "پالنے"۔ اور آرامی "ربِّی" اور "ربّہ" کے تین معنی پالنے والے، استاد اور مالک کے تھے اور قدیم مصری اور خالد زبان کا ایک لفظ "ربّو" بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ عربی میں "رب" کا مطلب پرورش کرنا ہے، لیکن پرورش کو اس کے وسیع اور کامل معنوں میں لینا چاہیے۔ بعض ائمہ لغت نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

" هو انشاء الشيء حالافحالاالی حدالتمام"

سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی مختلف حالتوں اور ضروریات کے مطابق یکے بعد دیگرے ترقی کرتے رہنا، حتیٰ کہ اس کے اپنے تک۔ حد کو کمال تک پہنچانا چاہیے۔ عام الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی بھوکے کو کھانا کھلائے یا ایک روپیہ ضرورت مندوں کو دے تو یہ اس کی مہربانی، سخاوت، مہربانی ہوگی، لیکن یہ وہ نہیں ہوگی جسے ربوبیت کہا جاتا ہے، جو لارڈشپ کے لیے ضروری ہے۔ یہ کہ پرورش و نگہداشت کا ایک مسلسل اور مسلسل انتظام ہونا چاہیے اور یہ کہ کسی ہستی کو وقتاً فوقتاً اس کی تکمیل اور نشوونما کے لیے کچھ ضرورتیں ہوں، یہ تمام چیزیں مہیا کی جائیں۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ یہ سب کچھ محبت اور ہمدردی سے کیا جائے کیونکہ جو عمل محبت اور ہمدردی سے خالی ہو وہ ربیت نہیں ہو سکتا۔(2)

وجود باری تعالی

انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ انسان نے ہر دور اور ہر خطے میں ایک اعلیٰ ہستی کے تصور کو تسلیم کیا ہے۔ ثابت شدہ چیز ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کو رد کرنے والے سے دلیل طلب کی جاتی ہے۔ انسانیت کی عدالت نے خدا کے وجود میں پیش کیے گئے مقدمے کو تاریخی طور پر تسلیم کر لیا ہے، اب آپ ان دلائل کا انکار کرتے ہیں، اس تاریخی سچائی کو بدلنا آپ کی حیثیت نہیں ہے۔ اس دعوے کو ہر دور میں انسانیت نے اجتماعی کردار کے ساتھ قبول کیا ہے، اب اگر کچھ لوگ سر اٹھا کر انسانیت کے اس متفقہ فیصلے کو رد کر دیں تو ان سے استدلال پیش کرنے کو کہا جائے گا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اچھی طرح جانتا ہو کہ ماں میں محبت کا احساس خدا کی طرف سے دیا گیا ہے، اس کا اظہار مختلف ماحول میں مختلف طریقوں سے کیا جا سکتا ہے، لیکن اس احساس کی فطری بات کو سبھی قبول کرتے ہیں۔ اسی طرح تخلیق کار کا تصور ہمیشہ سے ہر ماحول میں انسانیت کا مشترکہ اثاثہ رہا ہے، اسے کبھی اللہ، کبھی خدا، کبھی پرماتما اور کبھی آسمانی باپ کہا گیا۔ نام کچھ بھی ہو لیکن ایک اعلیٰ ہستی کے تصور کو انسانیت نے ہمیشہ قبول کیا ہے۔ خدا کا تصور صرف ارد گرد سے پیش نہیں ہوتا، ہمیں اللہ کا تصور صرف تجربات اور مشاہدات سے نہیں ملتا، یہ ایک فکری خامی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فطرت کی گود میں اس کی کونپل اگتی ہے، اس کا سفر اندر سے باہر سے شروع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچہ چاہے وہ امریکہ میں پیدا ہوا ہو یا پاکستان میں، اس کا تعلق چین سے ہو یا افریقہ کے زولو قبیلے سے۔ یا میں کہاں سے آیا ہوں؟ تم اسے کہتے ہو کہ میں نے تمہیں درخت سے توڑا یا فرشتے نے دیا یا بازار سے خریدا۔ اس بچے کو مطمئن کرنے کے لیے آپ جو بھی جواب دیں لیکن اس کا یہ معصومانہ سوال اس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے کہ خدا کے وجود کا مطالبہ انسان کے اندر فطری ہے۔ انسانی رویے پر بہت ساری تحقیق، بشمول آکسفورڈ یونیورسٹی کی حالیہ تحقیق، سبھی یہ ظاہر کرتی ہیں کہ انسانوں میں فطری اور فطری خواہشات ہیں جو انہیں ایک خدا پر یقین کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ تحقیق میں یہ بھی بتایا گیا کہ سخت ترین ملحد بھی کسی اعلیٰ ہستی کو انتہائی مشکل میں پکارتا ہے۔ کوئی خالق ہے، ایک رب ہے جو انسان کو ایسے مقام پر لے آیا جہاں اس نے ہر چیز سے اپنے رب کا دیدار کیا، اس مقام پر لفظ رب۔

لفظ "رب" کا تصور

پیر کرم شاہ کی تشریح و تفہیم میں لکھتے ہیں: رب وسیلہ ہے اس کا مطلب تربیت ہے۔" اور تربیت کو عربی میں کہا جاتا ہے:

"تبليغ الشيء الى كماله بحسب استعداده الازلی شيئافشيئا"(روح المعانی)

کسی چیز کو اس کی ابدی صلاحیت اور فطری صلاحیت کے مطابق بتدریج کمال کے درجے تک پہنچانا۔ اللہ تعالی کی لاتعداد نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت تربیت ہے۔

---

(2)۔ آزاد، ابوالکلام، ترجمان قرآن، 1/69

حیات کے لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد عناصر ضرور کار فرمادیئے ہیں۔اور پھر انسانی حیات ہو یا غیر انسانی ہر ایک کے لئے ہوا، پانی بہت ہی ضروری ہیں ان دو چیزوں کے بغیر انسانی حیات کا تصور بلکل ختم ہو جائے گا۔اور پھر نظام پرورش میں جن اسباب اور بنیادوں پر حیات اجتماعی کی پرورش ہو رہی ہے ان کے عناصر کیا ہیں۔

اجتماعی حیات کے عناصر

”ہوا انسانی زندگی کے لیے انتہائی ضروری تھی کیونکہ زندگی پانی اور خوراک کے بغیر کچھ وقت کے لیے ممکن ہے لیکن ہوا کے بغیر نہیں۔ پس اس کا سامان اس قدر بکثرت اور عام ہے کہ کوئی جگہ، کوئی گوشہ اور کوئی وقت ایسا نہیں جو اس سے خالی ہو۔ ہوا میں بے پناہ سمندر رہے۔ جب بھی اور جہاں بھی آپ سانس لیں گے، زندگی کا یہ انتہائی ضروری جوہر آپ کے لیے خود بخود مہیا ہو جائے گا۔ پانی ہوا کے بعد دوسرے درجے پر ہے، وجعلنا من الماء کل شیءِ حی، لہٰذا اس کی بخشش کی کثرت ہوا سے کم بلکہ ہر چیز سے زیادہ ہے۔ زمین کے نیچے میٹھے پانی کی نہریں بہتی ہیں۔ زمین کے اوپر ہر طرف نہریں بہتی ہیں، پھر ان دو حوضوں کے علاوہ آسمانی فضا کا ایک کارخانہ بھی ہے جو دن رات متحرک ہے۔(3)

زندگی کے بنیادی عناصر

پیر کرم شاہ الازھری کا تصور یہ ہے کہ ہر جاندار چیز پانی سے پیدا ہوتی ہے، یہی اس کا اصل مادہ ہے۔ یا تو ہر جاندار کی بقا اور نشوونما کا انحصار پانی پر ہے یا مادہ منا و یہ جو کہ ہر جاندار چیز کی اصل ہے۔ وہ پانی ہے، چاہے آپ اسے دیکھیں، زندگی اور پانی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ عام طور پر جو جاندار چیزیں آپ دیکھتے ہیں وہ بالواسطہ اور بالواسطہ پانی سے بنتی ہیں۔ پانی ان کا مادہ ہے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ پانی نے اس کی پیدائش میں مداخلت نہیں کی، اس سے مستثنیٰ رہے گا۔ یہ لفظ قانون کی حکمرانی کے مطابق صحیح رہے گا۔(4)

تخلیق کے مراحل اور پرورش کے اسباب

ابوالکلام آزاد کہتے ہیں "اس آفاقی نظام تعلیم پر غور کریں جو اپنے ہر پہلو میں ترقی کا منبع اور زندگی بخشنے کا ذریعہ ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ سارا کارخانہ صرف زندگی دینے اور زندگی کی ہر صلاحیت کو برقرار رکھنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ سورج روشنی کے لیے چراغ اور حرارت کے لیے تندور کا کام کرتا ہے اور سمندر سے اپنی شعاعوں کی بالٹیاں بھر کر پانی نکالنے کے لیے ہوتا ہے، ہوائیں اپنی سردی اور گرمی سے مطلوبہ اثرات پیدا کرنے کے لیے ہوتی ہیں اور بعض اوقات پانی کے ذرات جم جاتے ہیں۔ اور بادلوں کی چادریں بنائیں، کبھی بادل کو پانی میں بدل دیں اور بارش کر دیں، تاکہ زمین ہمیشہ ترقی کے خزانوں سے بھر جائے، اور ہر بیج کو اس کے بستر میں زندگی ملے، اور ہر ایک پودے کو اس کی نشوونما نصیب ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری سرگرمیاں صرف اس مشاہدے میں رہتی ہیں کہ چیونٹی کے انڈے سے بچہ کب پیدا ہوتا ہے اور کب کسان کے جھولے سے زمین پر دانہ گرتا ہے۔

ابوالکلام آزاد صاحب مزید لکھتے ہیں:

"جہاں تک خوراک کا تعلق ہے تو جانوروں میں ایک قسم کے جانور ایسے ہیں جن کے چھوٹے بچے دودھ سے پرورش پاتے ہیں اور دوسری وہ ہیں جنکی پرورش عام غذاؤں سے ہوتی ہے۔ انسان بھی ان جانوروں میں شامل ہے جن کی پرورش دودھ سے ہوتی ہے۔ پہلے انسان کو اپنے وجود کا مطالعہ کرنا چاہیے، جیسے ہی وہ پیدا ہوتا ہے، اس کی خوراک خود بخود اس کے تمام خواص، خصوصیات اور شرائط کے ساتھ مہیا ہو جاتی ہے اور ایسی جگہ مہیا کر دی جاتی ہے جو اس کے لیے قریب ترین اور موزوں ترین جگہ ہو۔(5)

Azad, Abul Kalam, Tarjman ul Qur'an,1/69

(3)۔ آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، 1/73

Azad, Abul Kalam, Tarjman ul Qur'an,,1/73

(4)۔ الازہری، کرم شاہ، ضیاء القرآن، 3/163

Al-Azhari, Karam Shah, Zia-ul-Quran,3/163

(5)۔ آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، 1/76

Azad, Abul Kalam, Tarjman ul Qur'an,1/76

تخلیق انسان کا مرحلہ

انسانی تولید بے شمار خوردبینی جرثوموں پر مشتمل ہے جو مادہ کے بیضہ سے ملنے اور فرٹلائیزیشن کے عمل کو انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ کئی بار وہ لاکھوں جرثومے ضائع ہو جاتے ہیں اور فرٹیلائزیشن نہیں ہوتی۔ جس کے ہاتھ میں قدرت ان لاتعداد جرثوموں میں سے ایک جرثومے کو چنتی ہے اور پھر اسے عورت کے بیضہ میں ملا دیتی ہے۔ پھر وہ رحم کے ایک تنگ اور تاریک گوشے میں اس کا اعلان کرتا ہے، پھر آہستہ آہستہ اس میں دماغی تبدیلیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں زندگی کا برقی رو بھی چلنے لگتا ہے۔ پھر اس میں مختلف اعضاء ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اس کے دل و دماغ میں صلاحیتوں اور صلاحیتوں کا ایک سمندر موجزن ہے۔ وہی اندھا، بہرا، بے جان جرثومہ جب نو ماہ بعد باہر نکلتا ہے تو اس کا گول چاند چہرہ اور اس کے خدوخال دل کو مسحور کرنے لگتے ہیں۔ پانی کی اس بوند کو یہ شکل اور رنگ کس نے دیا؟ یہ چمکتی آنکھیں، یہ ہونٹ، یہ زبان، یہ ناک، یہ کان اور دیگر روحانی خوبیاں کس کا انعام ہیں؟ (6)

قدرت خداوندی نے اپنی نشانیوں کے ہر چیز میں چھوڑ دیں ہیں اور کسی بھی انداز سے اگر اس کی قدرت کے قرشے دیکھنے ہیں تو ظاہراً ابھی موجود نظر آئیں گے اور پس پردہ بھی وہ آشکارہ ہوں گے۔ اسی لئے کہ اس نے اپنی قدرت وطاقت کے مطابق ظاہراً، باطنی اور معنوی طور پر بھی اس نے اپنے انوار و تجلیات کے کائنات میں سب کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اسی بات کو ابوالکلام آزاد صاحب لکھتے ہیں:

"نظام ربوبیت کا عجیب تر معنوی پہلو ہے۔ زندگی میں اور باہر پرورش کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کی جائے، لیکن اگر ہر وجود میں اس کے ساتھ کام کرنے کی لطیف صلاحیت نہ ہو اور اس کی ظاہری اور باطنی قوتیں اس کا ساتھ نہ دیں۔ لہٰذا یہ رب کا کرم ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مخلوق کی ظاہری اور باطنی ساخت اس طرح ہوئی ہے کہ اس کی ہر قوت، اس کا سامان اس کی پرورش کی نوعیت کے مطابق ہے اور ہر چیز اس کے رہنے کے لیے ہے۔ اور بڑھوتری میں مدد کرتا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی مخلوق کے جسم اور قوت کی ایسی فطرت ہو جو اس کی پرورش کے تقاضوں کے خلاف ہو۔" (7)

توحید باری تعالی

"اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی عظمت و بزرگی، اس کی کامل قدرت اور عظیم حکمت ایسے واضح اور ناقابل تردید الہامات سے ثابت ہے جن کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے۔ جس نے عقل و فہم کے چراغ کو بجھا دیا۔ سر کے اوپر آسمان ہے جس کے حجم اور وسعت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ پھر سورج اور چاند کی روشنی ہر طرف اپنی روشنی سے چمک رہی ہے۔ گراؤنڈ فلور نیچے رکھا گیا ہے۔ اس میں کچھ چشمے ابل رہے ہیں، کہیں میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ کہیں پہاڑ ہیں جن کی برف پوش چوٹیاں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور جن کی وادیاں قدرت کے رنگوں کا مرکز ہیں تو کہیں سبز کھیت لہرا رہے ہیں۔ کہیں باغات اپنی کلیوں، پھولوں اور پھلوں کی بہار دکھا رہے ہیں۔ زمین ایک ہے، پانی ایک ہے، لیکن اس ایک زمین سے اگنے والے پھل اپنے رنگ، ذائقے اور تاثیر میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ یہ انسان دوستی اور تنوع کہاں سے آیا؟ کیا کوئی پاک دل اس پاک ذات کا انکار کر سکتا ہے جس کی قدرت کے جلوے ہر جگہ موجود ہیں۔"(8)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر انسان کی عقل بھی اس کے دلائل پر غور کرتی ہے ایسا نہیں ہے کہ کوئی بھی اپنی مرضی کے بغیر یا پھر اپنے قانون کے تحت اس کا اقرار کرے یا انکار کرے بلکہ اللہ پاک کی ذات نے انسان سوچنے، سمجھنے کی غیر معمولی صلاحیت دی ہے جس پر وہ ہر ایک دلیل سے اس کے بارے میں سوچ بھی سکتا ہے اور اسے ماننے یا انکار کرنے بھی کر سکتا ہے۔ اور اس صلاحیت سے مالا مال ہے تو اب ایسی کونسی ایسی چیز ہے جو انسان کو اس کی طرف جانے سے رکتی ہے یا پھر عقل کا استعمال کیوں نہیں کرتا۔ جیسا کہ انسان کا وجدان کی طرف اسے متوجے کرتا ہے یا کسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب فرماتے ہیں:

کیا انسان کا وجدان اس بات پر یقین کر سکتا ہے کہ یہ پورا نظام ربوبیت از خود وجود میں آ جائے اور اس کے اندر کوئی جان، کوئی ارادہ، کوئی حکمت کام نہ آئے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ اس صنعتی ہستی کی ہر چیز میں کوئی بولنے والا رب ابھر تا ہوا کام ہو، لیکن کوئی رب نہیں، کوئی کام بنانے والا نہیں؟ پھر کیا یہ صرف ایک اندھی اور بہری فطرت، بے جان مادّہ اور بے حس الیکٹران (Electrons) کے خواص ہیں جن سے خدا اور کارساز کا یہ سارا کارخانہ وجود میں آیا ہے؟ اور کیا عقل و ارادہ والی کوئی ہستی

---

(6)۔ الازہری، کرم شاہ، ضیاء القرآن، 5/95

Al-Azhari, Karam Shah, Zia-ul-Quran,5/95

(7)۔ آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، 1/78

Azad, Abul Kalam, Tarjman ul Qur'an,1/78

(8)۔ الازہری، کرم شاہ، ضیاء القرآن، 3/667

Al-Azhari, Karam Shah, Zia-ul-Quran,3/667

نہیں؟ اس مقام پر مولانا ابو الکلام آزاد نے لکھا ہے کہ: یہ انسان کی بدیہی پہچان کے خلاف ہے کہ وہ نظام ربوبیت کا مطالعہ کرے اور اس کے اندر "رب العالمین" ہستی کا عقیدہ نہیں جاگتا۔(9)

اسی طرح پیر کرم شاہ بھی لکھتے ہیں:

"بعض وجود باری کے قائل تو ہیں لیکن مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اس کے اجزاء میں جوڑ توڑ سے مختلف اشیاء پیدا کر دیں۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق تو وہ ہے لیکن ان کو پیدا کر دینے کے بعد اب اس کا اس کائنات سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ وہ گوشہ عزلت میں ہر چیز سے بے خبر اور بے اختیار بیٹھا ہے۔ قرآن نے اعلان کیا کہ خالق بھی وہی ہے اور حاکم بھی وہی ہے۔ اسی کے اذن سے کوئی چیز نیست سے ہست ہوتی ہے اور اس کے حکم کے بغیر پتہ تک نہیں ہلتا۔"(10)

اللہ اسم جلالت اعرف المعارف اسماء الٰہیہ میں سے ہے اور اس کی شان کے مطابق ہی یہ نام اس نے خود کے لئے منتخب کیا اور اس معنیٰ میں اس کی شان جھلکتی ہے۔ اور اس کی قدرت کے نمایاں اسرار اسی اسم سے ظاہر ہوتے ہیں اور کائنات میں وہی خالق و مالک ہے اور ہر شئی اسی کے قبضہ قدرت میں اور کسی کی مجال نہیں کہ اس کے سامنے اپنی مرضی چلا سکے۔ اور نہ وہ کائنات میں کسی کا محتاج ہے بلکہ پوری کائنات اسی کی محتاج و دست و دامن پھیلائے ہوئے ہے۔ اور وہ ذات ہر چیز سے بے پرواہ ہے۔ اس کی اُنگھ تک نہیں آتی کیوں کے اس کا ایک نام القیوم بھی، الحی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز سے پاک ہے اسی حوالہ سے پیر صاحب فرماتے ہیں:

تصور اسم جلالت "اللہ"

"اللہ ذات باری کا علم (نام) ہے اور یہ لفظ ان تمام صفات کا جامع ہے جو متعدد صفاتی ناموں میں الگ الگ پائی جاتی ہیں۔ فرمایا کہ وہ ذات پاک جس کا نام اللہ ہے صرف وہی معبود برحق ہے اس کے بغیر اور کوئی نہیں جو عبادت کئے جانے کے لائق ہو۔ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ موت اور فنا کے نقص سے بہت پاک اور نہایت بلند ہے۔ القیوم یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اصل میں قیودم تھا۔ صرفی تعلیل سے قیوم بن گیا۔ اس کا مصدر "قیام" ہے۔ اس کا مفہوم بیان کرنے کے لیے مختلف تعبیریں اختیار کی گئی ہیں۔ لیکن حضرت قتادہ سے جو عبارت منقول ہے وہ زیادہ جامع معلوم ہوتی ہے۔ القیوم: القائم بتدبیر خلقہ من انشاء ہم ابتداء وایصال ارزاقہم الیہم۔ یعنی وہ ہستی جو کائنات کی ہر چیز کی تخلیق، نشوونما اور بقا کی تدبیر فرمانے والی ہے۔"(11)

اور اسی طرح مولانا ابو الکلام آزاد صاحب نے بھی عمدہ انداز میں اس کی تشریح فرمائی ہے لکھتے ہیں:

سامی اثریات کے مطالعہ سے ایک حقیقت بہت واضح ہو جاتی ہے جو ان تمام قوموں سے تعلق رکھتے ہیں، یعنی ان تمام قوموں میں ایک غیب خدا کے وجود کا عقیدہ تھا۔ "یا" اللہ"۔ یہ "الٰہ" ہے جس نے بعض جگہوں پر "الہ"، بعض جگہوں پر "الھیہ" اور بعض جگہوں پر "الھیہ" کی شکل اختیار کر لی۔ خدا کے وجود پر یقین انسانی ذہن کی پیداوار نہیں تھا۔ کہ یہ بھی ذہنی تبدیلیوں کے ساتھ بدلا، یہ اپنی فطرت کا ایک بدیہی احساس تھا، اور بدیہی احساسات کو نہ تو دماغ کے اثرات سے روکا جا سکتا ہے اور نہ ہی انہیں بیرونی اثرات سے بدلا جا سکتا ہے۔

قانون خدا کی اہانت

انسان نے جب سے ہوش سنبھالا ہے تب سے اس نے اللہ پاک کے قوانین میں ردوبدل کرنے کی اپنی تمام تر صلاحیتوں کو آزمایا ہے اور پھر اسی طرح اس نے قدرت کے سامنے اپنے بنائے من گھڑت بت بھی لا سامنے کئے۔ اور ہر زمانہ کے اندر کی قدرت و طاقت کا انکار کرنے والوں کی تعداد بے شمار رہی ہے۔ یہ وہی انسان ہے جس کے بارے میں فرشتوں نے پیشن گوئی کی تھی الٰہی جن کو تُو پیدا کر رہا ہے وہ دنیا میں جا کر تیری نافرمانی ہی کریں گے کبھی بھی تیری عبادت نہیں کریں گے لیکن جواباً اللہ پاک کی ذات نے کہا! جو میں جانتا ہوں اتنا تم نہیں جانتے پر یہاں انسان اور فرشتوں کو کلام کو آزمایا بھی گیا تھا اور وہیں انسان کو برتری کا شرف بخشہ گیا لیکن ایسی صورت ہے کہ انسان نے اپنی مرضی اپنی بنائی ہوئی اشیاء تصور کر لیا۔ اس حوالہ پر مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں:

---

(9)۔ آزاد، ابو الکلام، ترجمان القرآن، 1/86

Azad, Abul Kalam, Tarjman ul Qur'an,1/86

(10)۔ الازہری، کرم شاہ، ضیاء القرآن، 2/38

(11)۔ الازہری، کرم شاہ، ضیاء القرآن، 1/177

Al-Azhari, Karam Shah, Zia-ul-Quran,1/177

"انسانی ذہن کا سب سے قدیم تصور، جو راسخ العقیدہ کے اندھیروں میں چھپا ہوا ہے، توحید کا تصور ہے۔ یعنی صرف ایک غیب اور اعلیٰ ہستی کا تصور جس نے انسان اور ان تمام چیزوں کو تخلیق کیا جو اس نے اپنے ارد گرد دیکھی تھیں۔ لیکن پھر اس کے بعد یوں لگتا ہے کہ ان کے قدم رفتہ رفتہ اس جگہ سے پیچھے ہٹنے لگے اور توحید کی جگہ بتدریج اشراق اور توحید اللہ کا تصور پیدا ہونے لگا، یعنی اب اس ذات کے ساتھ جو سب سے بلند ہے، دوسری طاقتیں بھی شریک ہونے لگیں۔ اور ایک خدا کے بجائے انسان کا سر کئی خداؤں کے قدموں پر جھک گیا۔ اگر خدا کے تصور میں وحدانیت کا تصور انسانی ذہن کا اعلیٰ تصور ہے اور تنوع اور تعدد کے تصورات ادنیٰ تصورات ہیں تو پھر ہمیں آنا ہو گا۔ اس نتیجے پر پہنچا کہ ابتدائی ربط جو یہاں ظاہر ہوا وہ نچلا نہیں تھا وہ اونچا تھا اور اس کے بعد جو کڑیاں نمودار ہوئیں وہ اونچی کی بجائے نیچ کی طرف مڑ گئیں گویا یہاں ارتقاء کا عمومی قانون بے اثر ہو گیا ہے۔ رجعت کا اصل کام شروع ہوا۔(12)

بت پرستی کا عقیدہ

"صنم پرستی کا رواج اہل تحقیق کے نزدیک دو طریقوں سے ہوا۔ پہلا طریقہ صائبین نے اختیار کیا۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اجرام سماوی (ستارے، چاند، سورج) بھی جاندار اور ذی روح ہیں ان کا تعلق اس عالم دنیا سے بھی ہے اور اسی تعلق کی بنا پر یہاں سارے تغیرات، ولادت، موت، صحت، بیماری، فتح، شکست، عزت، ذلت وغیرہا رو پذیر ہوتے ہیں۔ جب ان کے ذہن میں یہ عقیدہ راسخ ہو گیا تو وہ ان کی عبادت کی طرف راغب ہوئے۔ لیکن یہ اجرام ان کی رسائی سے بالا تھے، ان میں سے بیشتر ان کی آنکھوں سے اوجھل تھے، انہوں نے ان کے ناموں پر بت بنا کر سامنے رکھ لیے تاکہ ان کے ذکر و تصور کی وہاں تک رسائی ہو سکے، چنانچہ اس طرح بت معرض وجود میں اور پھر ان کی عبادت شروع ہو گئی۔" (13)

رد مسیحیت

پیر صاحب نے عیسائیت کا بہت خوبصورت انداز میں رد فرمایا ہے اور ان کی ہی کتب سے عیسائیت کا آپ نے رد فرمایا ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں نے اپنی مرضی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا لیا تھا اور اپنی مرضی سے ہی اس کی رد و بدل کرنے کی بہت کوششیں کیں۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت سیدنا عیسیٰ بن مریمؑ کو لوگوں نے خدا کا بیٹا کہا ثالث ثلاثۃ (تین خداؤں سے ایک) کہا۔ ان کی والدہ کو خدا کی جورو کہا۔ جو سراسر توحید و تنزیہہ باری کے خلاف ہے۔ قرآن جو توحید کا سب سے بڑا مبلغ اور داعی ہے۔ اس نے ان کے اس باطل عقیدہ کی تکذیب کی۔ اور اس کے بطلان کو آشکار کر دیا۔ لیکن کس طرح؟ کیا حضرت مسیح کی تنقیص کر کے، کیا ان کی شان گھٹا کر، کیا ان کے معجزات کا انکار کر کے، یا کیا احترام نبوت کو پس پشت ڈال کر؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے تقدس کا ذکر فرمایا۔ ان کی خرق عادت پیدائش کو بیان کیا۔ ان کے محیر العقول معجزات کو بڑی شان سے پیش کیا کہ وہ باذن الٰہی مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا کرتے ہیں۔ لوگوں کے گھروں میں رکھی ہوئی چیزوں کو جانتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ کہیں بیٹھ کر کھاتے ہیں انہیں ان کا علم ہے۔(14)

لوگوں نے کائنات میں اپنی مرضی سے خدا بنائے تو خود ہی اپنے بنائے اصول و ضوابط میں اُلجھ گئے اور کائنات میں قدرت کی نشانیوں سے منحرف ہونے، ساتھ ہی اس کی قائلین قدرت کے دائرہ سے بھی خارج ہونا شروع ہو گئے۔ سائنس دانوں نے بھی پُر زور طاقت کا مظاہرہ کیا کہ کسی طرح وہ کائنات کو از خود معرض وجود میں پیش آنے کو ثابت کر دیں لیکن ابھی تک وہ یہ ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں اور تا قیامت ناکام ہی رہیں گے۔ بیسویں صدی میں ایک تھیوری سامنے آئی جس میں یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ کائنات کو بنانے والا کوئی نہیں ہے بلکہ خود ہی معرض وجود میں آئی ہے۔

بگ بینگ تھیوری کا رد(Big Bang Theory)

سائنس نے تمام انسانوں کو یہ تصور پیش کیا کہ دنیا کی شروعات ایک سب سے بڑے دھماکے سے ہوئی بہت بڑا دھماکا ہوا جس کے بعد دنیا وجود میں آئی۔ یہ تصور بعد میں جا کر غلط ثابت ہوا اور بعض سائنسدان حضرات نے خود اس تھیوری کو رد کیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کہیں پر بھی ایک بڑا دھماکا کیا جائے اور اس دھماکے کے

---

(12)۔ آزاد، ابو الکلام، ترجمان القرآن، 1/164

Azad, Abul Kalam, Tarjman ul Qur'an,1/164

(13)۔ الازہری، کرم شاہ، ضیاء القرآن، 5/379

Al-Azhari, Karam Shah, Zia-ul-Quran,5/379

(14)۔ الازہری، کرم شاہ، ضیاء القرآن، 1/204

Al-Azhari, Karam Shah, Zia-ul-Quran,1/204

بعد ہر چیز اپنی خوبصورتی سے اپنی اپنی جگہ پر آجائے پہاڑ اپنی جگہ پر آ گئے ریت اپنی جگہ سمندر نے اپنی جگہ پکڑلی نہریں اپنی جگہ آ گئیں یہ تصور ممکن ہی نہیں ہے۔اس کے متعلق مولاناابولکلام آزاد صاحب لکھتے ہیں:

" قرآن نے خدا کے تصور کی بنیادانسان کے آفاقی وجدان پر رکھی ہے۔اس سے یہ کفر کی کوششوں کا معمہ نہیں بن گیا جسے صرف ایک مخصوص طبقے کے ذہن سے ہی حل کیا جاسکتا ہے۔انسان کی آفاقی وجدان کیا ہے ؟یعنی کائنات خود ساختہ نہیں ہے اس لیے ایک خالق ہونا چاہیے۔لہٰذا قرآن عمومی طور پر اس بارے میں جو کچھ کہتا ہے وہی ہے اور جو کچھ زیادہ ہے وہ مذہبی عقیدہ کا معاملہ نہیں ہے۔یہ انفرادی اور ذاتی تجربے کا معاملہ ہے۔اس لیے وہ اس کا بوجھ جماعت کے افکار پر نہیں ڈالتا۔ اسے اصحاب جہد وطلب کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔"(15)

اسی حوالہ پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"امریکہ کا شہرہ آفاق سائنس دان تھامس ایڈیسن جس نے ایک ہزار سے زیادہ ایجادات کیں، ایک روز کہنے لگا میرے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ میں بہت بڑا موجد ہوں۔یہ بالکل غلط ہے۔میں قطعاایسا موجد نہیں جو قابل ذکر ہو۔جب میں سوچتا ہوں کہ میں ایک زیرک انسان تو کجا ایک بیوقوف آدمی بنانے پر بھی قادر نہیں جو احمقوں کی سی باتیں کر سکے،اس کے باوجود مجھے موجد کہنا بڑے بے انصافی ہے۔پھر اس نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ\' That is the Real Inventor\'حقیقی موجد اس کی ذات ہے۔" (16)

گزشتہ اقوام میں خدا کے تصورات مختلف تھے اور ہر ایک نے اپنی مرضی اور من مانی سے خدا بنایا ہوا تھا کسی بھی قوم میں خدا کا صحیح تصور موجود نہیں تھا کوئی سورج کی پرستش کرتا ہے تو کوئی ستاروں کی، کوئی بت کی پرستش کر رہا ہے المختصر کے ہر ایک نے اپنی مرضی مذہب اور عقیدہ بنایا ہوا تھا۔اسی طرح جو آسمانی مذاہب بھی تھے انہوں نے بھی اپنے پیغمبروں کو خدا کے درجہ میں پہنچا دیا تھا اس صورت حال میں مولانا ابوالکلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

"عوام اور خواص دونوں کے لیے ایک تصور قرآن سے پہلے علوم وفنون کی طرح مذہبی عقائد میں بھی خاص و عام کا امتیاز ملحوظ رکھا جاتا تھا اور خیال کیا جاتا تھا کہ خدا کا ایک تصور تو حقیقی ہے اور خواص کے لیے ہے۔ایک تصور مجازی ہے اور عوام کے لیے ہے۔چنانچہ ہندوستان میں خداشناسی کے تین درجے قرار دیے گئے۔عوم کے لیے دیوتاؤں کی پرستش، خواص کے لیے براہ راست خدا کی پرستش اور اخص الخواص کے لیے وحدۃ الوجود کا مشاہدہ۔یہی حال فلاسفہ یونان کا تھا۔"(17)

نظریہ اجداد پرستی(Manism)

مزید مولانا ابوالکلام لکھتے ہیں "تقریبا اسی عہد میں میں ازم (Manism) یعنی اجداد پرستی کے نظریے نے سر اٹھایا۔اس نظریے کی بنیاد اس قیاس پر رکھی گئی تھی کہ انسان کو آباء واجداد کی محبت و عظمت نے پہلے ان کی پرستش کی راہ دکھائی۔پھر اسی پرستش نے قانون ارتقا کے ماتحت ترقی کر کے خدا پرستی کی نوعیت پیدا کر لی۔صحرا نشین اور چراگاہوں کی جستجو کرنے والے قبیلوں کے ابتدائی تصورات میں اجداد پرستی کا ذہنی مواد موجود تھا۔چین کی قدیم تاریخ میں بھی اس پرستش کا سراغ بہت دور تک ملنے لگا تھا۔"(18)

عرب میں بت پرستی کی ابتداء

پیر کرم شاہ صاحب بہت ہی احسن انداز سے صنم پرستی پر لکھا ہے اور یہ لکھتے ہیں:

"عرب میں بت پرستی کو متعارف کرانے والا پہلا شخص عمرو بن لحی بن کنامہ تھا۔یہ ان لوگوں سے متاثر تھا۔تین سو چالیس سال کی طویل عمر پائی۔کعبہ کی ولایت پانچ سو سال تک اس کے پاس اور اس کی اولاد کے پاس رہی اور اس نے اپنی تمام تر کوششیں بت پرستی کو عام کرنے کے لیے وقف کر دیں۔اللہ کا خانہ کعبہ جسے

---

(15)۔آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، 1/209

Azad, Abul Kalam, Tarjman ul Qur'an,1/209

(16)۔الازہری، کرم شاہ، ضیاء القرآن، 4/453

Al-Azhari, Karam Shah, Zia-ul-Quran,4/453

(17)۔آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، 1/206

Azad, Abul Kalam, Tarjman ul Qur'an,1/206

(18)۔آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، 1/166

Azad, Abul Kalam, Tarjman ul Qur'an,1/166

حضرت خلیل علیہ السلام نے اللہ تعالی کی عبادت کے لیے تعمیر کروایا جس کا کوئی شریک نہیں، اس بدبخت کے دور میں ہی مندر بن گیا۔ عرب کے مختلف قبیلوں میں جو بت تھے ان میں سے جو بت بڑی شہرت اور شہرت کے حامل تھے وہ پانچ بت بھی تھے جن کے نام ود، سواع، یغوث، یاوق اور نصر تھے۔"(19)

ہر باشعور آدمی جانتا ہے کہ میں ایک زمانے میں معدوم تھا اور ایک طویل اور طویل عدم کے بعد وجود میں آیا اور جو عدم کے بعد وجود میں آیا۔ کوئی تخلیق کرنے والا ہونا چاہیے اور جو اسے وجود میں لاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ میرا خالق نہ میری ذات ہے، نہ میرے والدین اور نہ ہی میری جنس ہے کیونکہ یہ سب میری طرح عاجز ہیں۔ اور بال پیدا کرنے کی طاقت بھی نہیں، نہ آسمان و زمین، نہ یہ عناصر، نہ ستارے، نہ یہ موسم میرے خالق ہیں، کیونکہ یہ چیزیں بے شعور اور بغیر سمجھے (بغیر وجہ) ہیں اور ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں۔ اور ان میں اتنی صلاحیت کہاں ہے کہ وہ باشعور اور سمجھدار انسان پیدا کر سکیں؟ پھر یہ واضح ہوا کہ میرا خالق وہ ہے جو بے بسی اور تبدیلی اور تبدیلی اور عیب و نقصان سے پاک ہے۔ وہ ہمارا خدا اور خدا ہے۔ ماہرین فلکیات نے نئے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اور پھر انہوں نے آسمان کے بارے میں طرح طرح کے خدشات کو اپنا رکھا ہے۔ اس پر پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"جدید فلکیات کے ماہرین کی تحقیق کے مطابق یہ نظام شمسی جس میں ہمارا سیارہ زمین بھی ایک کہکشاں (GALAXY) کا حصہ ہے۔ اس کہکشاں میں ایک سو ملین ستارے ہیں۔ اس کہکشاں کا قطر دس لاکھ نوری سال ہے، اس کی موٹائی دس ہزار نوری سال ہے۔ سورج کہکشاں کے مرکز سے پچیس یا تیس ہزار نوری سال کے فاصلے پر ہے۔ سائنسدان تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات کے حجم کا اندازہ لگانا ان کے لیے ناممکن ہے۔ اب تک انھوں نے صرف ایک چھوٹا سا مشاہدہ کیا ہے۔ کائنات کا ایک حصہ، لیکن یہ حصہ بھی اتنا چھوٹا ہے کہ اگر کوئی روشنی کی رفتار سے سفر کرے (ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ) تو اس کی حد تک پہنچنا ممکن ہو جائے گا، اسے چھ ہزار لگیں گے۔ ملین سال۔" (20)

زمین سے لے کر آسمان تک دنیا کے تمام اجسام جسمانیت کے لحاظ سے برابر ہیں اور جب چیزیں حقیقت اور جوہر میں برابر ہوں تو جو چیز ایک چیز کے لیے جائز ہے وہ دوسری چیز کے لیے بھی جائز ہے۔ جو آسمان اونچا ہے اس کا پست اور نیچا ہونا جائز ہے اور جو زمین نیچی ہے وہ بھی اونچی ہے اور جو آگ گرم اور خشک ہے وہ ٹھنڈی بھی ہے اور پانی بھی ٹھنڈا ہے۔ مزید یہ کہ اس کا گرم اور خشک ہونا بھی جائز ہے، پس جب جسموں میں تمام صفات وصفات جائز اور مباح ہیں تو ہر جسم کے لیے ایک خاص حالت، ایک مخصوص شکل، ایک مخصوص غلاف اور ایک خاص مقدار ہے۔ اللہ تعالیٰ کو چاہیے کہ جس نے ہر جسم کو ایک خاص وصف اور ایک خاص مقدار اور ایک خاص حالت اور ایک خاص نوعیت کے ساتھ ان تمام جائز اور ممکن صفات وصفات کے ساتھ متعین کیا ہو، کیونکہ ہر جائز اور ممکن کے لیے ایک ترجیح ہے۔ افضل) ایک۔ ضروری ہے کہ جو ایک طرف کو ترجیح دے، ورنہ ترجیح لازم ملازم ہو جائے گی، اس لیے وہی اس دنیا کا موثر اور فیصلہ کن حاکم ہے۔ وہ اچھی باتیں کرتے ہیں اور پھر کچھ جگہیں ایسی ہیں جہاں وہ چاند، سورج اور ستاروں کے بارے میں دیر تک بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چاند زمین کے گرد گھومتا ہے اور اس کا مطلب ہے کہ وہ 27 سے 29 دن تک گھومتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"چاند زمین کے گرد گھومتا ہے اور اپنا مدار 27 دن، 7 گھنٹے اور 43 منٹ میں مکمل کرتا ہے۔ علماء اس مدت کو چاند کی نجومی مدت یا نجومی مہینے کے طور پر کہتے ہیں۔ کیونکہ اس مدت کے اختتام پر چاند دوبارہ اسی ستارے کے قریب نمودار ہوتا ہے جس سے اس نے اپنی گردش شروع کی تھی۔ نیز اپنی گردش کی ہر رات میں یہ کسی نہ کسی ستارے یا ستاروں کے گروہ تک ضرور پہنچتا ہے اور یہ گویا اس کی گردش کی روزمرہ کی منزل بن گئی ہے، یہ ہمیشہ ایک خاص منزل سے اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے، ہر ایک میں نمایاں ہے۔ دن کی مقررہ منزل اور پھر اس جگہ پہنچتی ہے جہاں سے اس نے زمین کا طواف شروع کیا تھا۔ اس طرح 27 دن اور 7 گھنٹے کا عرصہ 28 منزلیں طے کرتا ہے۔"(21)

---

(19)۔ الازہری، کرم شاہ، ضیاء القرآن، 5/379

Al-Azhari, Karam Shah, Zia-ul-Quran,5/379

(20)۔ الازہری، کرم شاہ، ضیاء القرآن، 4/604

Al-Azhari, Karam Shah, Zia-ul-Quran,4/604

(21)۔ آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، 1/164

Azad, Abul Kalam, Tarjman ul Qur'an,1/164

خلاصہ کلام:

ابوالکلام آزاد صاحب نے توحید کے حوالہ سے اپنے وقت کے ممتاز سائنس دانوں کے نظریات کو خاصہ رد کیا ہے اور اس مقام پر آپ نے دور قدیم سے لے کر جدید تک جس طرح کے بھی عبادات کے انداز تھے ان کو بھی مفصل اور جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ لیکن متعدد مقامات پر مصنف نے دلائل کی طرف توجہ نہیں دی۔ اور جہاں کہیں دلیل کی ضرورت پیش آئی بھی تو وہاں سر سری انداز میں دلیل بیان کرنے کے بعد گزر جاتے ہیں یعنی کہ باقاعدہ طور پر کوئی مستند حوالہ پیش نہیں کرتے۔ جب کہ اس کے مقابلہ میں پیر کرم شاہ الازہری صاحب نے اپنے انداز بیان کو سحر قسم کا رکھا ہے۔ اردو ادب کا خاصہ رجحان موجود ہے۔ اگر دلائل کی طرف دیکھا جائے تو آپ نے جگہ جگہ حدیث شریف اور مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہیں اور ساتھ ہی عربی یا متعلقہ زبان میں اقتباس بھی نقل کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے جدید مسائل کو کافی مضبوط اور واضح انداز سے بیان کیا ہے اور ہر مقام پر دور جدید کے ماہرین کو ورطہ حیرت میں ڈالا ہے اور یہاں اہم بات یہ ہے کہ کبھی بھی آپ کی ذات کسی بھی انداز سے فرقہ وارنہ شخصیات کے زد میں نہیں آئی اور آپ کی شخصیت ہمیشہ معتدل اور نہات غیر معمولی صلاحیتوں کی مرکز رہی ہے۔ دین اسلام کو پھیلانے اہم کردار بھی اداء کیا۔